۱۳۲۲ھ صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام مبارک ۱۴۲۲ھ

دار العلوم منظر اسلام

بریلی شریف

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
سید وجاہت رسول قادری

بانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حنفی

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

(الف)

دارالعلوم منظر اسلام

از قلم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ب)

جنوبی ایشاء میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار

دارالعلوم منظر اسلام بریلی

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

کراچی ---- اسلام آباد

مقالات -------- دارالعلوم منظر اسلام (بریلی)

ازقلم --------- (الف) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ب) سید وجاہت رسول قادری

اشاعت اول --------- ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

تعداد --------- دو ہزار

نگران طباعت --------- اقبال احمد اختر القادری

ناشر --------- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

ھدیہ --------- =/12 روپیہ

المختار پبلی کیشنز

25، جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر کراچی، 74400

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد

44/4-D، اسٹریٹ، 38، سیکٹر F-6/1

پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

تاج برطانیہ کی عملداری کے بعد جب کچھ سکون اور امن ہوا تو علماء و زعمائے اہل سنت نے برصغیر میں دارالعلوم اور مدارس اسلامیہ کے قیام کی طرف توجہ کی، پہلے ایک مدرسہ عربیہ کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا گیا مگر بعد میں اس مدرسے پر انگریز نواز علماء قابض ہو گئے اور اس کا نام بدل کر ''دارالعلوم دیوبند'' کر دیا گیا۔ انگریز حکومت نے دارالعلوم دیوبند کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کی مالی مدد کی۔ ان حالات میں علماء اہل سنت نے یہ سوچ کر کہ اگر آج ایک مرکزی دارالعلوم اہل سنت کا قائم نہ کیا گیا تو وہابی فکر کے انگریز نواز علماء، اہل سنت کے باقی ماندہ مدارس اسلامیہ پر دھیرے دھیرے قابض ہو جائیں گے اور اہل سنت کے عقائد کا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، چنانچہ یو. پی کے مرکزی اور تاریخی شہر بریلی میں یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ کو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں ''دارالعلوم منظر اسلام'' بریلی کی بنیاد رکھی گئی۔

آج الحمد للہ زیب سجادہ حضرت مولانا سبحان رضا خاں اطال اللہ عمرہ کی سرکردگی میں دارالعلوم دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ حضرت سجادہ کے ایماء پر پورے پاک و ہند بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں اہل سنت و جماعت موجود ہیں، ہر جگہ دارالعلوم بریلی کا صد سالہ جشن منایا جا رہا ہے۔ اس کی علمی، دینی اور ملی خدمات کا چرچہ ہو رہا ہے۔ اہل سنت کے ماہنامے اور جریدے خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل بھی اس سال امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر ''معارف رضا'' کا منظر اسلام نمبر شائع کر رہا ہے جس میں ملک اور بیرون ممالک کے علماء اور اسکالرز کے تحقیقی مقالہ جات شائع ہوں گے۔ زیر نظر رسالہ ''دارالعلوم منظر اسلام بریلی'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو دارالعلوم کے صد سالہ جشن کے موقع پر وابستگان دارالعلوم

منظر اسلام کیلئے ایک تحفہ ہے۔

اس رسالہ میں دو مقالے ہیں پہلا مقالہ ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا ہے۔ اس مقالہ میں قبلہ ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلیمی افکار اور منظر اسلام کی تعلیم و تربیت کے عوام اہل سنت کے افکار پر اثرات اور اسلامی علوم کے ابلاغ اور تبلیغ دین و مسلک پر اس کے اثرات کا محققانہ جائزہ پیش کیا ہے۔

دوسرا مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کا ہے۔ ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے آباء کی دو نسلوں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بلا واسطہ اور بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید وزارت رسول قادری علیہ الرحمۃ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے زیر سایہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی اور آپ کے دادا حضرت علامہ مولانا سید ھدایت رسول قادری برکاتی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان سے تعلیم و تربیت کا شرف حاصل کیا۔ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب نے اپنے مقالہ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے علمبردار کی حیثیت سے مسلمانان ہند اور عالم اسلام پر اس کے اثرات کا جائزہ پیش کیا ہے نیز قوی اور تاریخی دلائل سے اس کا اثبات کیا ہے امید ہے یہ دونوں مقالے ''دارالعلوم منظر اسلام'' بریلی کی تاریخ اور اس کے صد سالہ علمی، ملی اور دینی کارناموں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اہم ثابت ہوں گے اور مستقبل کے لکھنے والوں کے لئے چند بنیاد فراہم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ دارالعلوم منظر اسلام روز بروز ترقی پر گامزن رہے اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی اس علمی یادگار کو ان کی عبقری ذات کی طرح علم وحکمت کے میدان میں منفرد مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(الف)

دارالعلوم منظر اسلام

از قلم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم منظر اسلام

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، ''جو کچھ اتارا گیا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دیں--- ہاں جو کچھ اتارا گیا تھا اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اس میں منقولات بھی ہیں، اس میں معقولات بھی ہیں--- تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ تقریر بھی ہے تحریر بھی ہے، دونوں سنت ہیں، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کو اپنا مؤثر ذریعۂ تعلیم و تبلیغ بنایا، ان کی شان کیا بیان کی جائے، منقولات میں عرب وعجم کے علماء ومشائخ نے خوب داد دی اور معقولات میں دور جدید کے سائنسدانوں نے خوب سراہا---

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تدریس کو بھی ذریعہ تعلیم و تبلیغ بنایا، وہ دار العلوم منظر اسلام کے بانی

تھے انہوں نے یہ دارالعلوم اس وقت قائم کیا جب دشمن اسلام حاکموں نے سُنی مسلمانوں کیلئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا---ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کیلئے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو، تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں---جب ہم امام احمد رضا کی حیات وتعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ہم کو انکے ہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو---

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے عہد میں غیر منقسم ہندوستان کے طول و عرض میں بعض مقررین اور واعظین آپ سے نسبت ظاہر کر کے تقریروں کے معاوضے لیتے تھے اور چندے مانگتے تھے، جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے فوراً اپنے دستخط خاص سے ایک بیان جاری فرمایا جس میں اشاعتِ دینِ متین کیلئے اپنے موقف و مسلک کی یوں وضاحت فرمائی:

''یہاں بحمد اللہ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین اور حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں

کہ ان کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ ہو‘‘

(ماہنامہ رضا، بریلی، ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پیکر اخلاص وایثار تھے، لینا تو درکنار مالی منفعت کا خیال بھی گوارہ نہ تھا --- جہاں تک فکرِ صحیح کا تعلق ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افکار حق کا معیار تھے انہوں نے اپنے مریدوں اور مخلصوں کو فکر پریشاں کے حامل افراد سے بچنے کی تلقین فرمائی چنانچہ اپنے مرید خاص کو اپنے دستخط سے جو شجرہ شریف جاری فرمایا اس میں ضروری ہدایات کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

’’مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین (بہ زمانہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۲ء) سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرھم ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں نہ ان کی بات سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ وسوسہ ڈالتے کوئی دیر نہیں لگتی، آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو ہرگز نہ جائے گا۔ دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں۔ ان کی حفاظت میں حد سے زیادہ کوشش

فرض ۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک
ہے ۔ دین و ایمان سے ہیشگی کے گھر میں کام پڑنا ہے ان
کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے''

مندرجہ بالا بیان سے اندازہ ہوتا ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ فکرِ صحیح کے مالک تھے، مالک ہی نہیں بلکہ محافظ اور داعی تھے--- دورِ جدید کے دانشور شاید اس بیان کو روشن خیالی کے منافی اور تنگ نظری پر محمول فرمائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بیان میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جن فرقوں کا ذکر فرمایا ہے یہ سب کے سب نصاریٰ کے سہاروں سے پنپے ہیں اور پنپ رہے ہیں--- انقلاب ۱۸۵۷ء نے اہل سنت و جماعت کی کمر توڑ دی تھی لیکن پھر بھی انہوں نے نہ کسی دشمن اسلام سے مدد چاہی اور نہ کسی دشمن اسلام نے ان کو مدد دی جبکہ ان فرقوں نے نصاریٰ کی پوری پوری مدد کی، انہی کی اندرون خانہ مدد سے مٹھی بھر نصاریٰ ہندوستان کی وسیع و عریض زمین پر قابض ہوئے--- یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کو بیان نہیں کیا جاتا بلکہ چھپایا جاتا ہے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ چونکہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بیزار تھے اس لئے وہ ہر اس فرد یا جماعت سے بیزار تھے جس نے کسی نہ کسی طرح یہود و ہنود اور نصاریٰ کی مدد کی تھی اور جو سلف صالحین کے راستے سے دور جا رہا تھا اور دور لے جا رہا تھا---

افسوس جو بیزار تھا اس کو تاریخ میں نصاریٰ کا محبوب بنا کر دکھایا اور جو نصاریٰ کا محبوب تھا اس کو نصاریٰ سے بیزار بنا کر دکھایا گیا تاکہ عیب چھپا رہے اور وہ ملامت خلق سے محفوظ رہے --- راقم نے یہ سارے حقائق اپنی کتاب "گناہ بے گناہی" میں بیان کئے ہیں جس کے کئی اردو انگریزی ایڈیشن ہندوستان، پاکستان اور افریقہ وغیرہ سے شائع ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ کسی بھی دینی مدرسے کے بانی کیلئے ضروری ہے کہ اخلاص و فکر صحیح کے ساتھ ساتھ تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں --- اس پہلو سے جب ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تعلیمی نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ایک بے مثال ماہر تعلیم نظر آتے ہیں ۔ یہاں چند نکات پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہیے۔

(۲) بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے۔

(۳) سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔

(۴) ابتدائی سطح پر رسول اللہ ﷺ کا نقش دل پر بٹھا دیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و صلحاء کے نقوش بھی قائم کر دیئے جائیں۔

(۵) جو کچھ پڑھا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو، جھوٹی باتیں انسانی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔

(۶) انہی علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں، غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

(۷) اساتذہ کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔

(۸) طلبہ میں خود شناسی اور خودداری کا جوہر پیدا کیا جائے کہ دست سوال دراز نہ کریں۔

(۹) طلبہ میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۱۰) بری صحبت سے طلبہ کو بچایا جائے، مفید کھیل اور سیر و تفریح اس حد تک ضروری ہے کہ طالب علم میں نشاط و انبساط پیدا ہو۔

(۱۱) تعلیمی ادارے کا ماحول پر سکون اور پروقار ہو تا کہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر نہ ہو۔

مندرجہ بالا نکات سے اندازہ ہوتا ہے--- امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے--- ان نکات کی روشنی میں جب ہم اپنے جدید تعلیمی اداروں کے نصاب، تعلیمی ماحول اور طالب علم کی نفسیات دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ترقی کے دعوے داروں نے کیا کیا اور خلوت نشیں ایک بزرگ نے کیا کہا

اور کیا کیا --- جن کو لوگ کچھ نہیں سمجھتے حقیقت میں وہی سب کچھ ہیں ---
ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم جب ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھے تو پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری نے ان کو مشورہ دیا کہ اس الجھن کو سلجھانے کیلئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے رجوع کریں تو ڈاکٹر سر ضیاء الدین حیران رہ گئے، ایک گوشہ نشین عالم کیا بتائے گا لیکن جب وہ حاضر ہوئے اور وہ مسئلہ سامنے رکھا گیا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے چند لمحوں میں حل کر کے رکھ دیا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین حیران رہ گئے اور چلتے وقت سید سلیمان اشرف بہاری سے فرمایا:

''کہ یہ شخص ''نوبل پرائز'' کا مستحق ہے۔ یہ کسبی علم نہیں ہے یہ تو وہبی علم ہے''

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جن کو لوگ کچھ نہیں سمجھتے وہی سب کچھ ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ جیسے ماہر تعلیم نے ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف میں قائم کیا اور شان اخلاص یہ کہ پہلے سال کے تمام اخراجات اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے ---
امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ تیرہ برس دس مہینے چار دن میں درس سے فارغ ہوئے (یعنی تقریباً ۱۲۸٦ھ/ ۱۸۷۰ء میں) ''اور چند سال طلبہ کو پڑھایا''۔ (الکلمۃ الملہمہ، دہلی ۱۹۷٦ء، ص ٦)۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''اعلیٰ حضرت نے زمانۂ طالب علمی میں طلبہ کو پڑھایا''

(سلامت اللہ لاہل السنہ ۱۳۳۲ھ، بریلی ص ۵۴)

ان دونوں بیانوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء میں فارغ ہونے کے بعد گھر ہی پر چند سال طلبہ کو پڑھایا کیونکہ منظر اسلام تو بہت بعد میں ۱۹۰۴ء میں قائم ہوا پھر کچھ عرصہ منظر اسلام میں بھی پڑھایا ہو، بعد میں گوناگوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم وفنون کا درس دیتے رہے--- بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا علیہ الرحمہ تھے، مہتمم حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اور منتظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ (تذکرۂ جمیل، بریلی، ص ۱۷۹) حجۃ الاسلام مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی، منقولات اور معقولات کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھاتے تھے اس کا اندازہ الدولۃ المکیہ (۱۹۰۵ء) اور الاجازۃ المتینہ (۱۹۰۶ء) کے اردو ترجمے اور دوسری عربی اور اردو تحریروں سے ہوتا ہے--- حجۃ الاسلام نے منظر اسلام کو خوب ترقی دی چنانچہ جب مولانا سلامت اللہ نقشبندی مجددی (م ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) نے مدرسہ منظر اسلام کا معائنہ فرمایا تو اپنی رپورٹ

میں لکھا:

''جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں'' (تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۹)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے وصال کے ایک عرصے بعد جب شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ، دسمبر ۱۹۳۴ء میں جلسۂ تقسیم اسناد ہوا تو اس میں عمائدین ہند کے علاوہ درگاہ اجمیر شریف کے دیوان سید آلِ رسول علی خاں علیہ الرحمہ اور علی پور سیداں (پنجاب، پاکستان) کے مشہور و معروف شیخ وقت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری خصوصی مہمانوں کی حیثیت سے شریک ہوئے---

تعلیم کے جزوی طور پر ایک ہدف نہیں کئی اہداف ہو سکتے ہیں مگر مجموعی طور پر ایک ہدف ہونا چاہیے تاکہ ملت کے فکر و عمل کی تعمیر ہو۔ الحمد للہ! دارالعلوم منظر اسلام کو قائم ہوئے آج ایک صدی گزر چکی ہے لیکن روز اول جس فکر کی داغ بیل ڈالی گئی تھی آج وہی فکر پھل پھول کر سارے عالم میں پھیل رہی ہے جس کا خاص امتیاز رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت، دشمنان اسلام اور گستاخان رسول سے شدید نفرت و عداوت ہے اور اس میں شک نہیں کوئی دشمن رسول اور کوئی گستاخ رسول (علیہ التحیۃ والتسلیم) محبت و احترام کے لائق نہیں، ہاں ہدایت و نصیحت کی نیت سے شفقت و مہربانی حضور ﷺ کی سنت ہے--- علمائے حق اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس

سنت کو نہیں چھوڑا اور اپنی شفقت سے لاکھوں گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔

کسی بھی دارالعلوم کی تعمیر و تشکیل کیلئے توکل بھی ضروری ہے، استاد بھی ضروری ہے، طالب علم بھی ضروری ہے، نصاب بھی ضروری ہے، عمارت بھی ضروری ہے، فرنیچر اور فرش و فروش بھی ضروری ہے، اور فنڈ بھی ضروری ہے--- دور جدید کے مدارس میں ان ضرورتوں کو معکوس کر دیا گیا ہے---توکل کا نام ونشاں نہ رہا، استاد کی قدر و قیمت گھٹ رہی ہے، طالب علم کا کوئی پرسان حال نہیں، نصاب کی کوئی پرواہ نہیں، عمارت کی تھوڑی بہت پرواہ ہے، سارا زور فنڈز کی فراہمی اور اسراف و تبذیر پر ہے--- اس میں شک نہیں دارالعلوم کی روح استاد ہے، استاد اچھا ہے تو سب کچھ اچھا ہے۔ نصاب کی اہمیت اپنی جگہ مگر استاد کی بات استاد ہی کے ساتھ ہے--- دارالعلوم منظر اسلام کے اساتذہ میں ایک سے ایک اعلیٰ استاد نظر آتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے طلبہ کو بے پناہ شفقت دی، حوصلہ دیا، ہمت دی، مر مٹنے کا جذبہ عطا فرمایا، احساس کمتری میں مبتلا ہونے نہ دیا، طلبہ پر وہ مہربانیاں کہ باید و شاید--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے طلبہ کو وہ کچھ دیا جو ایک نہایت مشفق و مہربان باپ اپنی اولاد کو دیا کرتا ہے--- انہوں نے طلبہ کی تربیت فرمائی --- اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے،

بولنے چالنے اور لکھنے پڑھنے کا سلیقہ سکھایا، مہذب و شائستہ بنایا--- دور جدید میں اکثر جدید و قدیم مدارس میں تربیت مفقود ہے، حرص و آز، حاضر و موجود، تربیت ہو تو کیونکر ہو، تعلیم ہو تو کیونکر ہو؟---تعلیم و تربیت خلوص کے ماحول میں پروان چڑھتے ہیں، دارالعلوم منظر اسلام نے طلبہ کو علم دیا، اخلاص دیا، امن دیا، خلوص دیا، سب کچھ دیا--- طالب علم و استاد کیلئے سب سے بڑی بات وقت کی قدر و منزلت کی ہے---امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک لحہ ضائع نہ کیا اور ایک عجب سبق سکھایا--- ہم وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور روپیہ پیسہ بھی ضائع کرتے ہیں اس لئے محتاج رہتے ہیں، فکر بھی مانگے کا، روپے پیسے بھی مانگے کے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے شریعت کی پابندی اور وقت کی قدر و منزلت کا جو سبق سکھایا ہے اس پر عمل کیا جائے تو حکومتیں بن جائیں اور سلطنتیں سنور جائیں--- دور جدید کا مزاج اسراف پسند ہے بلکہ تبذیر پسند، اس کو شاندار عمارتیں اچھی لگتی ہیں، وہ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے حالانکہ ہماری تاریخ جس پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے چراغ کی روشنی میں فرش پر بنی ہے، فرش کو عالی نسبتیں حاصل ہیں --- راقم نے ہمیشہ فرش ہی کو باعث فخر جانا اور اسی پر تمام علمی کام کئے اور کر رہا ہے--- دارالعلوم منظر اسلام کی شاندار عمارت نہ سہی، فرنیچر و شاندار فرش و فروش نہ سہی، مگر جو کام ہو رہا ہے وہ شاندار ضرور ہے، اس کا

ایک مزاج ہے--- ایک صدی گزر جانے کے بعد وہ مزاج نہیں بدلا، اس سے استقامت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ ایمان دے رہا ہے، وہ محبت رسول کے تحفے تقسیم کر رہا ہے، یہ بانی کی کرامت ہے، یہ مہتمین اور منتظمین کی مسلسل جد و جہد کا نتیجہ ہے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ، مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کی ارواح پاک پر ہزاروں لاکھوں سلام ہوں--- مولائے کریم حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں دامت برکاتھم العالیہ کا ظل ہمایونی قائم و دائم رکھے، ان کا علمی اور روحانی فیض جاری و ساری رہے اور دارالعلوم منظر اسلام شب و روز آپ کی سرپرستی میں ترقی کرتا رہے۔ آمین ثم آمین

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

احقر
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
کراچی

۱۲؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
۷؍اپریل ۲۰۰۱ء

(ب)

جنوبی ایشاء میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار

دار العلوم منظر اسلام بریلی

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم منظر اسلام بریلی

(جنوبی ایشاء میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا علمبردار)

بہ آن گروہ کہ از ساغر وفا مست اند
سلام ما بر سانید کی ہر کجا ھستند

یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ کی صبح طلوع ہونے والا نیا اسلامی سال دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کی تأسیس کا یادگاری سال ہے اس لئے کہ اس دن اس کے قیام کے سو برس پورے ہو گئے۔ برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش کی غالب مسلم اکثریت (اہل سنت و جماعت) ۱۴۲۲ھ کو ''صد سالہ جشن تأسیس دارالعلوم منظر اسلام بریلی'' کے طور پر منا رہی ہے۔ اگر دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کی صد سالہ علمی و دینی خدمات اور اسلامیان برصغیر کے مذہبی عقائد و افکار و نیز ان کی تعلیمی، سیاسی اور معاشی پس ماندگی پر اس کے مثبت

اثرات کا جائزہ لیا جائے تو سواد اعظم کا یہ فیصلہ غلط نہیں ہے۔ بلکہ جدید اسلامی نظام تعلیم، اسلامی تشخص، مسلمانوں کے لئے ملت واحدہ کا تصور ونظریہ اور سرزمین ھند میں ایک ایسی آزاد اسلامی مملکت کے قیام کے داعی ومحرک کی حیثیت سے کہ جس میں شریعت اسلامی کا آئین وقوانین مکمل طور پر نافذ العمل ہو، یہ تمام خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ پاکستان میں حکومت کی سطح پر بھی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس دارالعلوم کے یوم تأسیس پر خوبصورت اور خاطر خواہ پروگرام نشر ہوں تاکہ اہلیان پاکستان کو "منظر اسلام" کی دینی اور ملی خدماتِ جلیلہ کا اندازہ ہو سکے۔ قبل اس کے کہ دارالعلوم بریلی کی صد سالہ خدمات اور مسلمانان برصغیر کے دینی، ملی، سیاسی اور معاشی افکار ونظریات پر اس کے مثبت اثرات کا ایک تجزیاتی جائزہ پیش کیا جائے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اس وقت کے حالات، مذہبی تعلیمی، سیاسی اور معاشی پس منظر کو بھی دیکھا جائے کہ جن کی وجہ سے اس مرکزی دارالعلوم کا قیام ناگزیر تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل اگرچہ مسلمانان ہند کا معاشرہ انحطاط پذیر تھا لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے تقریباً تمام بڑے شہر خصوصاً دلی (دارالسلطنت)، مراد آباد، خیر آباد، رامپور، لکھنؤ، جونپور، کانپور، پٹنہ، فرید پور، ڈھاکہ، چٹا کانگ، رنگون، ٹھٹھہ، حیدر آباد دکن، سیالکوٹ وغیرہ، اسلامی علوم وفنون کے بڑے مراکز تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہاں پر شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں مدارس قائم تھے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جہاں

ظالم وعیار انگریز نے دلی اور دیگر مراکز اسلامی علوم کوخصوصاً جہاں جہاں سے جہاد کے لئے انگریزوں کے خلاف فتوے دیئے گئے تھے، تاخت وتاراج کیا، مدارس اسلامیہ کو ہزاروں کی تعداد میں جبراً بند کیا اور مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے، وہیں ان مراکز سے وابستہ وقت کے جید اساتذہ، علماء وفقہا اور مشائخ کرام کوتختۂ دار پر کھینچا گیا اور جو بچ رہے وہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں عزت وآبرو اور جان کی پناہ، گوشۂ عافیت اور وسیلۂ معاش کی تلاش میں ''قیمتی متاع گم گشتہ'' کی صورت روپوش ہو گئے۔ بعدہٗ باقی ماندہ علمی مراکز یا تو انگریز نے جبراً بند کرادیئے یا معدودے چند جوان کی دست برد سے بچ رہے وہ وسائل کی کمیابی نایابی کی وجہ سے خود بخود بند ہوتے چلے گئے یا پھر حالات اور معاشی و سیاسی ماحول کی بناد پر ان کی کارکردگی کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی۔ (۱)

ایسے ہمت شکن اور پرخطر حالات میں علماء شریعت، پیران طریقت اور زعمائے ملت نے اس بات کوشدت سے محسوس کیا کہ اسلامی علوم وفنون کے مراکز کے فقدان کے اس دور میں انگریز اور ہندو دونوں مل کر مسلمان نوجوان کے ذہن ودماغ کو مفلوج کر رہے ہیں، قبل اس کے کہ باقیات الصلحات علماء واساتذۂ فن اٹھ جائیں جن کے ساتھ ہی سر زمین ہند سے علم بھی رخصت ہو جائے، یہاں اسلامی علوم وفنون کا ایک ایسا مرکز قائم کیا جائے جو مسلم نوجوانوں کی دینی اور علمی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ ان کی کردار سازی

بھی کر سکے ان کو ایک اچھا مسلمان اور معاشرہ کا با اعتماد فرد بھی بنا سکے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک درد مند صوفی منش عالم اہل سنت حضرت مولانا حاجی سید عابد حسین علیہ الرحمۃ نے مخلص زعمائے اہل سنت کے تعاون سے سہارنپور کے ایک قصبہ دیوبند میں ''اسلامی مدرسۂ عربی'' کے نام سے ایک مدرسہ ۱۵ رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۷ء میں قائم کیا جو آگے چل کر ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے مشہور ہوا۔ (۲)

حضرت حاجی سید عابد حسین قبلہ خوش عقیدہ مسلمان تھے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں راج شاہ قادری علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور ان کے ماذون وخلیفہ بھی تھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا تھا، اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری اور نذر و نیاز ان کا روز کا معمول تھا، سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا۔ ہر ہفتہ پابندی کے ساتھ میلاد و فاتحہ کرنا ان کی زندگی کا معمول تھا (۳)۔ بعد میں جب وہابی فکر سے متاثر انگریز نواز اور ان کے وظیفہ خوار علماء و زعما سید صاحب کی سادگی اور درویشانہ مزاج کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے انتظامی امور میں دخیل ہوتے گئے اور آخر کار پوری انتظامیہ پر قابض ہو کر سفید و سیاہ کے مالک بن گئے تو وہاں خالصتاً دین حق کے مواقع معدوم ہو گئے اور للّٰہیت ختم ہوگئی۔ چنانچہ ایسے حالات میں دارالعلوم کے اصل بانی مولانا حاجی سید محمد عابد حسین علیہ الرحمۃ نے ۳۰ رسالہ

خدمت کے بعد نظریاتی اختلاف کے بنیاد پر علیحدگی اختیار کر لی۔ ان کی رخصت کے بعد قابض علماء نے اسی طرح دارالعلوم کو چلایا جیسا انگریز چاہتے تھے۔ (۴)

جب دیو بند کے ارباب بست وکشاد اور علماء کی جانب سے فکر اسلامی کے خلاف اور تنقیص شان الوھیت و رسالت پر مبنی لٹریچر کی اشاعت شروع ہوئی اور قرآن و حدیث سے ثابت شدہ عقائد و معمولات اہل سنت کی رد میں کثرت سے کفر و شرک اور بدعت کے فتوے دارالافتاء دیو بند سے جاری ہونے لگے تو غیر منقسم ہند کے طول وعرض کے علمائے اہل سنت میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اگر چہ علمائے اہل سنت نے جن کے سرخیل امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ تھے، دیو بندیوں کے باطل عقائد ونظریات کا کھل کر رد کیا اور اس رد وقدح کے عمل میں خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ جن کو دیو بندی سید الطائفہ، شیخ العرب والعجم اور اپنا مذہبی اور روحانی پیشوا کہتے ہیں اور ان کے دیگر جید خلفاء مثلاً مولانا عبدالسمیع رامپوری وغیرہ بھی شامل ہیں (۵) لیکن اس کے باوجود یہ بات شدت سے محسوس کی گئی کہ اگر فوری طور پر دارالعلوم ''دیو بند'' کے مقابلے میں اہل سنت کا کوئی مرکزی دارالعلوم قائم نہ کیا گیا تو اس کا قوی خدشہ موجود ہے کہ ۲۰/ ۲۵ر برس بعد دارالعلوم دیو بند کے فارغ التحصیل علماء مدارس اہل سنت پر قابض ہو جائیں گے۔ اس طرح نہ صرف ''اہل سنت'' کے عقائد ونظریات کا دفاع مشکل ہو جائے گا بلکہ سرزمین ہند سے مسلمانان اہل سنت کا استیصال شروع ہو جائے گا۔

اسی دوران تیرھویں صدی ہجری کے اختتام تک امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، اورتجدیدی کارناموں کا شہرہ برصغیر پاک وہند، بنگلہ دیش اور برما کی سرحدوں سے نکل کر بلادعرب، حرمین شریفین، افریقہ، امریکہ، سری لنکا اور افغانستان تک پہنچ چکا تھا چنانچہ اکابر علمائے اہلسنت کے مشوروں اور حقیقی اسلامی علوم وافکار کی نشرواشاعت اوراسلام کی نشأۃ ثانیہ کے خواہاں بزرگان ملت کی تجاویز پر سرزمین بریلی میں، جو اس وقت تک امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی عبقری شخصیت کی وجہ سے اسلامیان ہند کا مرجع بن چکی تھی، ایک ایسے دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا گیا کہ جہاں سے علوم اسلامی کی درس وتدریس کے علاوہ سواداعظم اہل سنت و جماعت کے ہزارسال سے زیادہ پرانے نظریات وعقائد کا جدید انداز پر ابلاغ اور ان کے دفاع کا بھی اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ غالباً محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/فروری ۱۹۰۴ء کو امام العصر، مجدد دین وملت، علامہ مفتی محمد احمد رضا خاں قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کے دارالافتاء کے جوار میں، ان ہی کی سرپرستی میں دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا(٦،الف)۔ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ چند سال تک اس دارالعلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکے بعد میں فتویٰ نویسی، تصنیف وتالیف اور دوسرے علمی اور تبلیغی مشاغل کی بناء پر یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور دارالعلوم کا سارا انتظام اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد

رضا خاں علیہ الرحمۃ کے سپرد کردیا۔ (٦ ب)

اس دارالعلوم کا نصاب امام احمد رضا نے اجل علماء کی معاونت و مشوروں سے خود ترتیب دیا تھا۔ تعلیمی معیار کا اندازہ ان کتب تفسیر، احادیث و فقہ سے لگایا جا سکتا ہے جو دارالعلوم منظر اسلام کی اس سند حدیث میں مذکور ہیں جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حیات میں جاری ہوئی تھیں۔ راقم کے سامنے وہ سند فراغت ہے جو حضرت علامہ عبدالواحد رضوی ابن مولانا غازی الدین ساکن گڑھی کپورہ (پشاور، پاکستان) کو ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء کو امام احمد رضا کی حیات میں جاری ہوئی تھی۔ اس پر علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے بحیثیت مدیر اور علامہ مولانا رحم الٰہی، اور علامہ مولانا ظہور الحسین الفاروقی نقشبندی المجددی نے بطور مدرس دستخط فرمائے ہیں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر تمام مشہور کتب حدیث، مسانید، معاجم اور شروح کا ذکر ہے جو دارالعلوم میں پڑھائی جاتی تھیں، فقہ حنفی کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے مذاھب سے متعلق بھی کتب پڑھائی جاتی تھی۔ مجموعی طور پر ۳۰ رعلوم کا ذکر ہے جو اس دارالعلوم میں پڑھائے جاتے تھے اور جس کی سند علامہ عبدالواحد رضوی صاحب کو بعد فراغت جاری کی گئی تھی۔ (۷)

مذکورہ علوم اسلامی اور عقلیہ و نقلیہ کی درس و تدریس کے علاوہ طالب علم کی فکری اخلاقی اور روحانی تربیت کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھا گیا تھا۔ امام احمد رضا جامع العلوم تھے وہ ۵۵ رسے زیادہ علوم و فنون (قدیمہ و

جدیدہ) پر دسترس رکھتے تھے (۸)۔ اگر ان علوم وفنون کی جدید دور کے اعتبار سے گروپ بندی کی جائے تو ان کی تعداد ۷۰ سے بھی متجاوز ہو جائے (۹) امام احمد رضا دل سے چاہتے تھے کہ یہ علوم آئندہ نسلوں کو منتقل ہو جائیں وہ انگریزوں کے مرتبہ نصاب کے مخالف تھے۔ وہ زندگی کے ہر پہلو کی طرح تعلیم اور نصاب کو بھی اسلام کے تابع رکھنا چاہتے تھے۔ وہ جدید سائنسی افکار سے استفادہ کے قائل تھے لیکن ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ ''جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے، سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے، جا بجا سائنس کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال واسکات ہو'' (۱۰) ان ہی خصوصیات کی بناء پر یہاں سینکڑوں کی تعداد میں طلباء بنگال، بہار، یوپی، پنجاب، سرحد راجستھان سے علم کی تشنگی بجھانے آتے۔ بعض طلباء دیو بند اور گنگوہ کے مدارس چھوڑ کر بریلی کے دارالعلوم میں آتے کیونکہ اختلاف مسلک کے باوجود ان مدارس کی خلوتوں میں امام احمد رضا کی علمیت کے چرچے تھے (۱۱)۔ فارغ التحصیل طلباء ملک کے طول وعرض میں پھیل جاتے اور وارث علوم نبوی (علی صاحبہا التحیۃ والثناء) کی حیثیت سے علم حقیقی کے ابلاغ کے مراکز قائم کر کے تشنگان علم وعرفان کو سیراب کرتے اور ان کے افکار وعقائد کی اصلاح اور کردار کی تعمیر وتربیت کا فریضہ بھی انجام دیتے۔ یہ دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کا فیضان تھا کہ اس کے قیام کے ۲۵/۳۰ رسال کے اندر اندر غیر منقسم ہند کے شرق وغرب میں سینکڑوں کی تعداد

میں علوم اسلامی کے مراکز قائم ہو گئے اور پہلے سے قائم مدارس اہل سنت ایک نئے جذبے کے ساتھ ایک مربوط اور جدید نصابی امتحانی نظام سے وابستہ ہو گئے جہاں سے اسلامیان ہند کی دینی اور سیاسی قیادت کے لئے نادر روزگار افراد پیدا ہوئے جن کی طویل فہرست اور کارنامے اس دور کی کتب تاریخ و سیر اور رسائل و جرائد میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے (۱۲)۔

حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کی صد سالہ تاریخ اپنے دامن میں علوم اسلامی کے حامل محققین اور اہل قلم حضرات کے لئے وسیع اور متنوع موضوعات کی دولت گرانمایہ اور تاریخ اسلامیان ہند کے انمول ہیرے سمیٹے ہوئے ہے جن کو وہ اپنی تحقیق اور نگارشات کا عنوان بنا کر چودھویں صدی ہجری میں اسلامی علوم کے مرکز کی حیثیت سے اس کی گرانقدر خدمات اور مسلم ہندوستان کے سواد اعظم کے افکار و نظریات اور ان کی جدو جہد آزادی کی تحریکوں پر اس کے اثرات کا محققانہ جائزہ پیش کر سکتے ہیں۔

''منظر اسلام'' محض کسی عمارت کا نام نہیں، بلکہ یہ اس فکر اور نظریہ کا نام ہے جس نے مسلمانوں کے دور ابتلاء و غلامی میں اسلام کے نشأۃ ثانیہ کی جدو جہد کو قوت و تقویت بخشی۔ سچ تو یہ ہے کہ دارالعلوم بریلی جن نظریات و عقائد کا امین ہے وہ ''قرآنی فکر'' اور ''محمدی نظریات و عقائد'' ہیں، وہ ''دانش نورانی'' کا مبلغ اور تاریخ کے تواتر میں سیدنا ابو بکر صدیق، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ کرامان امت اور اولیائے

ملت کے فکر و نظریات کا امین ہے۔ دیکھا جائے تو دارالعلوم بریلی کا قیام ''احیائے سنت کی تحریک'' کا نقطۂ آغاز تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسند رشد و ہدایت ہو یا چمن زارِ علم و حکمت، رزم و بزم سیاست و معیشت ہو یا میدان نگارشات و صحافت، سرپرستان و وابستگان اور ابنائے دارالعلوم بریلی نے ہر محاذ پر عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

سیاست کے میدان میں وابستگان ''دارالعلوم بریلی'' کا عظیم کارنامہ ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' اور ''کل ہند سنی کانفرنس'' کا قیام ہے جن کا دینی، علمی سیاسی اور معاشی پروگرام ایک طویل مدت تک سرزمین ہند پر ابر کرم بن کر مسلمانوں کو فیضیاب کرتا رہا۔ ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی تاریخ کا بڑا ہی رقت انگریز اور عظیم الشان باب ''شدھی تحریک'' (یعنی مسلمانوں کو زبردستی ہندو (مرتد) بنانے کی تحریک، کا کامیاب انسداد ہے۔

یہ فرزندان امام احمد رضا اور وابستگان دارالعلوم بریلی ہی تھے جنہوں نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں نہ صرف قلمی محاذ پر بلکہ عملی طور پر گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ جا کر بنفس نفیس اس فتنۂ ارتداد کا انسداد کیا، لاکھوں مشرکین و مرتدین کو مسلمان کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا ایمان بچایا۔ اسم مہم کے قلمی اور علمی جہاد میں بریلی مکتبۂ فکر سے وابستہ سینکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں طلباء نے حسب استطاعت حصہ لیا، ان میں چند شخصیات کے کارنامے بہت نمایاں رہے، مثلاً حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا

نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید دیدار علی شاہ، مولانا محمد عمر نعیمی، پیر طریقت سید جماعت علی شاہ، مولانا قطب الدین برہمچاری، مولانا محمود جان جودھپوری مولانا سید محمد حسین علی پوری، مولانا محمد علی حامدی کرانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ صرف علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند نے ۵ر لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا (۱۳)۔

* اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے جماعتی نظم کے لئے اپنے احباب کے مشوروں سے ''کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی بنیاد ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) میں ڈالی۔ اس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل تھے:

۱.........سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ۔

۲.........''متحدہ قومیت'' کا نعرہ بلند کرنے والے ''فرقۂ گاندھویہ'' (کانگریس اور اس کے ہمنوا دیگر جماعتوں) کا تحریری اور تقریری رد)

۳.........''بدمذہبوں'' کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا،

۴.........آریہ اور نصاریٰ کے دین اسلام پر اعتراضات کے تحریری جوابات اور ان کے خلاف مناظروں کا اہتمام، اس سلسلے میں اس وقت میسر شدہ وسائل (اخبارات، رسائل جلسے جلوس) کا حسب استطاعت استعمال،

۵.........امام احمد رضا محدث بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت۔ (۱۴)

غیر اسلامی نظریۂ ''متحدہ قومیت'' کی ہیجانی دور میں اسلامی تشخص

کے امتیاز و تحفظ، فتنۂ ارتداد کے انسداد اور مسلم عوام میں عقیدۂ توحید و رسالت کے حوالے سے راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں ابنائے ''دارالعلوم، بریلی'' اور اس کے وابستگان علماء و فضلاء نے مثالی اور مؤثر خدمات انجام دی ہیں، جس کا کچھ اندازہ اس دور (۱۹۰۵-۱۹۴۷) کے اخبارات و جرائد اور رسائل کے مطالعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔(۱۵) جب ''تحریک خلافت'' اور ''تحریک ترک موالات'' کے ہنگامہ خیز دنوں میں مسلم زعماء اور علماء کی ایک بہت بڑی تعداد ''گاندھی کی آندھی'' اور ''کانگریس کی فسوں سازی'' کا شکار ہو کر مسلمانوں کو ''ایک قوم ایک وطن'' کے پرفریب نعرے کے تحت ''سوراج'' (یعنی انگریزوں سے آزادی کی حاصل کرنے) کی خاطر بعض شعائر اسلام ترک کرنے اور ہندو تہذیب و تمدن کے بعض مشرکانہ رسوم و معمولات کو اختیار کرنے کی ترغیب دے رہے تھے اور اسے اسلام کی رواداری سے تعبیر کر رہے تھے(۱۶)۔ یہ بانی ''دارالعلوم بریلی'' حضرت امام احمد رضا اور ان کے معتقدین اور وابستگان علماء ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے ''متحدہ قومیت'' کے دام فریب اور گاندھی کی عیاریوں سے مسلمانوں کو ہوشیار کیا اور ببانگ دھل اعلان کیا کہ اللہ عز و جل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مسلم اور غیر مسلم کبھی ایک نہیں ہو سکتے، حق و باطل کا امتزاج کبھی نہیں ہو سکتا، مسلمان ملّت واحدہ ہیں، ہندو اور تمام دیگر (یہود و نصاریٰ وغیرہ) غیر مسلم علیحدہ قوم ہیں۔(۱۷)

اس پر آشوب دور میں مسلمانان ہند کو گاندھی کی حمایت اور کانگریس میں شرکت سے روکنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم (اس کے دارالافتاء) سے فتوے بھی جاری ہوئے۔ ایک فتوی کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''جس وقت سے مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی نے ہندوستان کی فضا کو مسموم بنا رکھا ہے اُس وقت سے لے کر اس وقت تک برابر ملک کے طول وعرض سے دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں استفتاء آرہے ہیں کہ ---- مسلمان کانگریس میں شرکت کریں یا نہ کریں؟ اور مسٹر گاندھی کی اُٹھائی ہوئی تحریک میں حصہ لیں یا نہ لیں؟ اور مسلمانوں کے حق میں اس تحریک میں شرکت مضر ہے یا مفید؟ دفتر جماعت مبارک میں اس وقت تک جس قدر سوالات آئے ان کا جواب برابر لکھا گیا مگر پھر بھی سوالات کا سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم ایک اعلان چھاپ کر مسلمانان ہند کو مطلع کردیں کہ شریعت طاہرہ مسلمانوں کو کانگریس میں شرکت کرنے اور ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کر کے مسٹر گاندھی کی اٹھائی ہوئی تحریک آزادی میں انہیں حصہ لینے کی ہرگز راجازت نہیں دیتی۔ مسلمان کان کھول کر سن لیں کہ ان کا کانگریس میں

شرکت کرنا اور مسٹر گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی میں جو ملک کے امن عامہ کو برباد کرنے اور ہندوستان میں ''رام راج'' قائم کرنے کے لئے اٹھی ہے، اس میں حصہ لینا مسلمانوں کی مذہبی و اقتصادی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے'' (۱۸)

اسی دور میں ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی ایک ذیلی تنظیم ''جماعت انصار الاسلام'' کے نام سے قائم کی گئی جس کا مقصد سلطنت عثمانیہ اور مظلوم ترک مسلمانوں کی حمایت و مدد و نیز مسلمانان ہند کو ان کے اخلاقی معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف رہنمائی تھا (۱۹، الف، ب)۔ دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کے قیام نے غیر منقسم ہندوستان کے جید علماء و مشائخ کو ایک ایسا فورم مہیا کر دیا تھا جہاں ہر سال دارالعلوم کی تقریب دستار بندی اور تقسیم اسناد کے موقع پر جمع ہو کر مسلمانان ہند کی دینی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی احوال پر تبادلۂ خیال کرتے اور ان کے فلاح و اصلاح کے لئے تجاویز مرتب کرتے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد یہ روح پرور اجتماع اور تقریب تقسیم سند فراغت ان کے یوم وصال پر منتقل ہو گئی جس میں اس دور کے جید علماء و مشائخ ہندوستان کے طول و عرض سے شریک ہوتے تھے۔ اور مسلمانان ہند کی سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں ترقی کیلئے متفقہ لائحہ عمل بناتے (۱۹، ج) قیام منظر اسلام نے علماء و دانشوران اہل سنت کو وسائل ابلاغ

کی اہمیت کا احساس دلایا۔ چنانچہ اس کے قیام کے بعد سے بریلی شریف سے ماہنامہ ''الرضا'' اور ''یادگار رضا'' کا اجراء ہوا، ایک ماہنامہ ''ردمرزائیت'' کے نام سے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس کی تقلید میں ہندوستان کے دیگر شہروں سے بھی اہل سنت کے رسائل و جرائد کا اجراء شروع ہوا۔ اس کے علاوہ کانگریس، گاندھی اور ''متحدہ قومیت'' کے علمبردار مسلم زعماء اور علماء کے رد میں اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے کے حق میں بکثرت کتابچے اور پوسٹر شائع کئے گئے۔ اسی دور میں ہندوستان کے اخبارات، رسائل و جرائد میں اہل سنت کے مذہبی اور سیاسی عقائد کے خلاف شائع ہونے والے گمراہ کن مضامین کا بھرپور تعاقب بھی کیا گیا۔ نظریاتی کشمکش، سیاسی چپقلش اور علمی اختلافی مباحث کے اس دور میں ابناء و سرپرستان اور وابستگان دارالعلوم بریلی کی کاوشوں سے طلباء و علمائے اہل سنت میں، مطالعۂ کتب، رسائل و جرائد بینی، تصنیف و تالیف اور تحریر و تحقیق کا ذوق پیدا ہوا۔ ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے عوام و خواص اہل سنت میں سیاسی و معاشرتی شعور بیدار ہوا۔ اور ان کی ازسرنو تنظیم سازی اور صف بندی ہوئی۔ نتیجۃً کئی باصلاحیت مصنف، محقق، مدیر اور صحافی تربیت پا کر میدان میں آئے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی، ملکی اور سیاسی خدمات انجام دیں ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء کے دور میں اہلسنت پہلی بار منظم سیاسی قوت کے طور پر ابھرے اور وسائل نشر و اشاعت اور

صحافتی صلاحیتوں سے مزین ہو کے اپنے مخالفین کے مقابل صف آراء ہوئے۔(۲۰)

اس دور میں ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے فورم سے علماء اہل سنت کی کتب کی سینکڑوں کی تعداد میں اشاعت ہوئی۔مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے اپنی معرکتہ الآراتصنیف ''تاریخ رضائے مصطفیٰ'' میں ۲۳۲ رکتب کی فہرست دی ہے جواس دور میں شائع کی گئیں ان میں سے تقریباً نصف تعداد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی ہے(۲۱)۔ ۱۹۴۰ء میں تحریک پاکستان کا مرحلہ آیا تو دارالعلوم بریلی کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء ومشائخ نے قوم کی رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور آزادی کی منزل کے حصول اور اسلامی مملکت کے قیام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے متعلق عام تاثر یہ تھا کہ یہ نواب اور رؤسا کی تنظیم ہے،عوام میں اس کی پذیرائی نہیں تھی۔ یہ دارالعلوم بریلی کے سرپرست اعلیٰ اور قافلۂ اہلسنت کے امیر وامام،حضرت احمد رضا خاں قادری ہی تھے کہ جنہوں نے سب سے پہلے ہندومسلم اتحاد کی شرعی بنیاد پر مخالفت کی، انہوں نے کفرو اسلام کے ملاپ کو ناممکن قرار دیتے ہوئے گاندھی کی سیاسی تحریکوں کی حمایت اور کانگریس میں شمولیت کے خلاف فتوے صادر فرمائے،(۲۲) یہ وہ دور تھا کہ جب مسلم لیگ کے صدر محمد علی جناح کو ہندومسلم اتحاد کا سفیر قرار دیا گیا تھا اور علامہ اقبال ہندوستانی قومیت کے ترانے سنارہے تھے(۲۳)۔دوقومی نظریہ کی

حفاظت میں خانقاہ رضویہ بریلی کی ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' نے اہم کردار ادا کیا۔ امام احمد رضا کے ایک مخلص مولانا عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں مملکت خداداد پاکستان کا تحریری خاکہ ''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام'' کے عنوان سے پیش کیا جو مطبع مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے دسمبر ۱۹۲۵ء میں کتابی صورت میں ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوکر ملک بھر میں تقسیم ہوا (۲۴)۔ بعد میں ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد کے اجلاس میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ صدارت میں تقسیم ہند کی اس تجویز کی حمایت کی تو علماء ہند میں سب سے پہلے امام احمد رضا کے خلیفہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اس کی تائید وتوثیق فرمائی (۲۵)۔ آگے چل کر اسی بنیاد پر قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کیلئے علیحدہ اسلامی مملکت ''پاکستان'' کا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مطالبہ کیا اور اس کے لئے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ سواداعظم (اہل سنت) کے علماء ومشائخ نے اس کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ اس تحریک میں پرجوش طریقے سے عملی حصہ بھی لیا اور مسلم لیگ کیلئے کثیر تعداد میں ورکرز مہیا کیئے جو آگے چل کر اس جماعت کے دست وبازو بنے۔

یہ ایک روشن تاریخی حقیقت ہے اور اس سے صرف ایک متعصب اور بے بصیرت شخص ہی انکار کرسکتا ہے کہ اگر وابستگان ''دارالعلوم بریلی'' اپنی سیاسی اور مذہبی جماعت ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''آل انڈیا سنی

کانفرنس'' کے ذریعہ مسلم لیگ کی تائید نہ کرتے اور مسلمانوں کے سواد اعظم کو جو علماء و مشائخ اہل سنت کے ارادتمندوں اور نام لیواؤں پر مشتمل تھا، الگ ریاست کے حصول کی جہد و جہد کے لئے آمادہ نہ کرتے تو شاید ''پاکستان'' کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ یہ علماء بریلی ہی تھے کہ جنہوں نے مسلم لیگ کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کیا اور قوم مسلم کو منزل تک پہنچانے کی خواہش میں اخلاص کے اس مقام بلند تک پہنچ گئے کہ جہاں سے یہ نعرۂ مستانہ ساری دنیا نے سنا کہ ''اگر کسی مرحلے پر محمد علی جناح یا مسلم لیگ مطالبۂ پاکستان سے دستبردار یا بددل ہو بھی گئے تو ہم اپنی جد و جہد کو ترک نہیں کریں گے اور پاکستان حاصل کر کے دم لیں گے۔ (۲۶)

الغرض دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کا قیام اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ یہاں سے باطل نظریہ کے خلاف جہاد کی تحریک چلی، اس تحریک نے نہ صرف مسلمانوں کے سواد اعظم کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی بلکہ ان کو وہ بالغ نظری اور سیاسی شعور اور اتحاد و اتفاق کی ''قوت لا یموت'' بخشی کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطۂ ارضی، پاک وطن ''پاکستان'' کا حصول ممکن ہو سکا۔ یہ ''دارالعلوم بریلی'' ہی کی تحریک تھی کہ جس نے فتنۂ ''قادیانیت'' اور اس سے زیادہ ضرر رساں فتنہ، فتنۂ ''وہابیت'' (اور جو صحیح معنوں میں ''ام القادیانیت'' ہے) کا قلعہ قمع کیا، سید عالم رسول مکرم و معظم ﷺ کے مقام و عظمت، اور ناموس رسالت کی

پاسداری کا فریضہ انجام دیا۔ گستاخان رسول کے منہ میں لگام دی ، ان کی زبان وقلم کوفرنگی سوچ اور مشرکانہ فکر کے اثر اور'' دیو مالائی ،خواب پریشاں'' سے نکال کر'' حق شناس'' تحریروں اور'' سیرت مبارکہ'' کے معطرعنوانات سے لذت آشنا کیا۔ دارالعلوم بریلی کی'' مصطفائی قوت'' کی ہی کرامات وہیبت ہے کہ کل تک'' گستاخان رسول'' کی'' ہفوات'' کا دفاع کرنے والے بھی آج'' بزعم خویش''،'' مقام مصطفیٰ'' ﷺ ،عظمت صحابہؓ واہل بیت اور عقیدۂ ''ختم نبوت'' کے تحفظ کے لئے'' گفتار کے غازی'' بننے کا مظاہرہ کررہے ہیں ،دارالعلوم بریلی (منظراسلام) نے اسلام کا وہ منظر دکھایا کہ جس سے برصغیر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے جدو جہد اور قلمی اور عملی جہاد کی سمت متعین ہوئی ۔ اب یہ کام عالم اسلام اور اس کے سواد اعظم کا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائے ،علم حقیقی ومفید کے حصول میں کوشش کرے اسے نایاب موتی سمجھ کر جہاں سے بھی ہو چن لے ۔اپنی فکر اور سوچ کی بینائی کو'' سرمہ فرنگ'' سے مزین کرنے کی بجائے ،خاک در رسول ﷺ سے زینت بخشے ،دانش برہانی'' کے بجائے'' دانش نورانی'' سے اپنے قلب و نگاہ کو جلا بخشے ،''عشق رسول'' ﷺ کے نور سے اپنے جسم و جان کو منور اور اتباع رسول ﷺ کی دلآویز خوشبوؤں سے اپنی مشام جان و روح کو معطر کرے، اس طرح اپنی تاریخ خود رقم کرنے کی کوشش کرے۔ دنیا، میں بھی سرخرو ہو اور آخرت بھی سنورے۔

دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کا قیام مسلمانوں کیلیئے جہد مسلسل اور عمل پیہم کا ایک پیغام ہے اس پیغام پر عمل کر کے ہی ہم قوی اور نا قابل شکست قوت بن سکتے ہیں ۔ ''رضائے مصطفیٰ'' کے خطوط پر ہم ایک جماعت، ''جماعت اہل سنت'' کے پرچم تلے خود کو منظّم و منضبط کر کے ہی باطل کے مقابل ایک متحدہ طاقت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں ۔ آج امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی روح پکار پکار کر ہم سے مطالبہ کر رہی ہے کہ اے سنی بھائیوں ! اے مصطفیٰ ﷺ پیارے کی بھولی بھالی بھیڑوں ! بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں ، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں ، تمہیں فتنے میں ڈال دیں ، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ، ان سے بچو اور دور بھاگو۔ اگر آج تم نے علم و عمل اور صدق و صفا کی ان منور راہوں سے قوت و توانائی حاصل نہ کی تو کل ''مرگ مفاجات'' کے ظلمتکدوں سے تمہیں نکالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (۲۷)

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اے احمد رضا! تم کو سلام کہ تم نے ''منظر اسلام'' کی راہ دکھا کر ہم پریشان حال بے یارو مددگار مسلمانوں پر بڑا احسان کیا۔تم پر اللہ رحمٰن و رحیم اور اس کے رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ عالی سے رحمت و رضوان کی بارش ابد الآباد تک ہوتی رہے۔تم نے جس طرح ہمارے دلوں میں ''چراغ عشق مصطفیٰ'' ﷺ کی لو کو مدہم نہ ہونے دیا بلکہ تیز سے تیز کر دیا، اللہ سبحانہٗ

وتعالیٰ تمہاری مرقد انور کو ''چراغ رخ شہ'' سے منور سے منور تر، اور تمہارے ''جذبۂ عشق صادق'' کے صدقے ''تن سلطان زمن'' کی خوشبوؤں سے معطر سے معطر تر رکھے۔ تمہارے گھرانے میں علم نورانی اور فراست ایمانی کی میراث کو برقرار رکھے اور ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو تا قیامِ قیامت تمہارے نقش قدم پر گامزن اور تمہارے فیوض و برکات سے مستفاد رکھے!

اے دارالعلوم بریلی! اے ''منظر اسلام''! ''اے مظہر اسلام''! اللہ عزوجل تمہیں تا صبح قیامت شاد و آباد اور پھولتا، پھلتا رکھے کہ تم نے ''علم حقیقی کے پیاسوں کو سیراب کیا، اہل ایمان اور ان کی نسلوں کو ''عشق حقیقی'' کی حلاوت سے لذت آشنا کیا، بے دینوں، گمرہوں کو راہ راست تک رہنمائی کی، بد مذہبوں اور گستاخوں کی سرکوبی کی یہود و نصاریٰ، مشرکوں اور کافروں کی بیخ کنی کی، اسلام کی تبلیغ اور احکام شریعت و طریقت کی نشر و اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ہر جگہ ''منظر اسلام'' نظر آتا ہے
ہند تو ہند عرب میں ہوا چرچا تیرا
(خوشتر)

اے امام علم و فن کے نشان!

اے مرکز علم و عرفان! اے دارالعلوم بریلی! اے منظر اسلام، تجھ کو سلام! مہ و سال کے سلام! صبح و شام سلام! تو چراغ مصطفوی بن کر تا صبح قیامت روشن و تاباں رہ، شاد و آباد رہ! السلام و السلام و السلام!

تو سلامت رہے ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سید نا مولانا محمد
وعلیٰ اله و اصحابه و اولیائے امته اجمعین و بارك وسلم۔

حوالہ جات

(۱) غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ ناشر، الدار السنیہ ناگپاڑہ، ممبئی، انڈیا، ص۱۴ اور ۲۷

(۲) ایضاً ص۱۲/تا ۱۵

(۳) ایضاً ص۶، ۴۶، ۶۷، ۸۲۔

(۴) الف: حاجی سید عابد حسین صاحب اس مدرسہ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت وصداقت کی نشر واشاعت کا جو اہم فریضہ انجام دینا چاہتے تھے اس سے مدرسہ کے دوسرے ارکان متفق نہ تھے، ان حضرات کا نقطۂ نظر بالکل مختلف تھا وہ اس مدرسہ کو انگریز حکومت کی رضا ؤ منشا کے مطابق چلانا چاہتے تھے کیوں کہ مدرسہ کے صدر مدرس مولوی یعقوب علی ابن مولوی مملوک علی حکومت وقت (انگریز) کے زبردست بہی خواہ تھے مدرسہ کی صدر مدرسی قبول کرنے سے قبل وہ کئی شہروں میں انگریز گورنمنٹ میں (وظیفہ خوار ملازم کی حیثیت سے) ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے فرائض انجام دے کر اپنی حسن کارکردگی سے انگریزوں کی نظر میں محبوب بن چکے تھے۔ اپنے اسی کامیاب تجربے کی روشنی میں اس مدرسہ کو اسی روش پر لے جانا چاہتے تھے جو انگریز حکومت کے عین منشاء کے مطابق تھا، اس لئے ان کے خیالات کا حاجی محمد عابد صاحب کے خیالات ونظریات سے متصادم ہونا ناگزیر تھا۔

ان کے علاوہ جتنے دیگر حضرات بھی مدرسہ سے وابستہ ہوکر اس کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو گئے تھے ان میں اکثریت ان حضرات کی تھی جو انگریزی حکومت کے وظیفہ خوار ملازم تھے اور ان کے دورحکومت حتیٰ کہ زمانۂ جنگ آزادی (۱۸۵۷-۱۸۵۸ء) میں بھی اپنے عہدوں پر فائز رہ کر انگریز حکومت سے اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے اور جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد تاج برطانیہ کی عملداروں میں بھی اپنے عہدوں پر فائز رہے اور ترقیاں پاکر ریٹائر ہوئے۔ مثلاً دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن (م ۱۹۲۰ء) کے والد مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (م ۱۹۰۴ء) ایک عرصہ تک بریلی کالج کے مدرس رہے پھر ترقی دے کر ڈپٹی انسپکٹر مدارس بنائے گئے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اسی طرح مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی (م ۱۹۴۹ء) کے والد مولوی فضل الرحمٰن دیوبندی (م ۱۸۹۱ء) بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں اسی عہدہ پر جلوہ افروز تھے۔ اس سے بڑھ کر ان علماء دیوبند کی انگریز نوازی اور انگریزوں سے ان کی وفاداری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہو۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

۱---''مولانا احسن نانا توی'' مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی

۲---''تذکرۃ العابدین'' مصنفہ نذیر احمد دیوبندی

۳---''فیصان امام ربانی'' مصنفہ عبدالحکیم اختر مظہری شاہجہان پوری لاہور۔

۴---ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور بابت ۹/ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۵---''دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟'' مصنفہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم دہلی

ب: برٹش گورنمنٹ کے محکمہ براغرسانی کی دارالعلوم دیوبند کے بارے میں خفیہ رپورٹ (۱۸۷۵ء) جو لفٹنٹ گورنر یوپی سرجان، اسٹیریچی کو پیش کی گئی تھی، جس میں دارالعلوم کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا، خاص طور سے اس کا یہ جملہ بڑا معنی خیز ہے ''یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکا ہے''- علمائے دیوبند کی انگریز نوازی اور وظیفہ خواری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر یہی نہیں اس اچھی رپورٹ کے بعد لفٹنٹ گورنر یوپی کو دارالعلوم دیوبند کے اسوقت کے مہتمم مولوی محمد احمد ابن مولوی قاسم نانا توی نے دارالعلوم میں مدعو کر کے ان کو سپاسنامہ پیش کیا جس میں تاج برطانیہ کے لئے دعائیہ جملے کہے گئے اور برٹش گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا گیا ملاحظہ فرمائیں:

(۱)''مولانا احسن نانوتوی''　　　　(۲)''فیضان امام ربانی'' اور

(۳) ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ کا ماہنامہ ''الولی''

میں ڈاکٹر سلمان شاہجہانپوری کا قسط وار مضمون (جنوری، ۱۹۹۱ء تا اگست ۱۹۹۲ء) بعنوان ''عبیداللہ سندھی کا دارالعلوم دیوبندی سے اخراج''۔

(۵)　الف: غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر: دارالعلوم دیوبند کا بانی کو؟ مطبوعہ ممبئی ص ۶۷۔

ب: برصغیر کے معروف محقق ومورخ اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد امام احمد رضا کے خلفاء اور تلامذہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے جن کی تعداد ۱۰۰ ر سے متجاوز ہے۔ تلامذہ کی تعداد زیادہ نہیں کیونکہ مولانا بریلوی نے ابتداء میں صرف چند سال درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد دوسری علمی مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ چھوٹ گیا، لیکن جن حضرات نے مولانا بریلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ علم وفضل میں نہایت ممتاز رہے''

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، ممبئی (انڈیا) ۱۴۱۰ھ، ص ۲۱۶)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے حرمین شریفین کی (۳۰) اور برصغیر پاک و ہند کے (۳۱) ممتاز خلفاء کے اسماء گرامی تحریر کئے ہیں اور ''حلقۂ احباب'' کے عنوان کے تحت برصغیر کے (۲۱) نامور علماء وصوفیا کے اسماء گرامی لکھے ہیں۔ ''تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت'' (مرتبہ: محمد صادق قصوری صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ۸۰ ر خلفاء کا تذکرہ ہے جن میں عرب وافریقہ کے ۲۸ ر اور پاک و ہند کے ۵۲ ر خلفاء شامل ہیں۔ اس تذکرہ کے ''عرض مؤلف'' میں یہ بھی تحریر ہے کہ ان کے علاوہ ۲۵-۳۰، خلفاء کے نام مرتبین کے علم میں آئے لیکن چونکہ نہ تو ان کے حالات وکوائف مل سکے اور نہ ہی کوئی دستاویز دستیاب ہوسکی اس لئے ان کا تذکرہ شامل نہ کیا جا سکا۔

عرب وعجم کے یہ تمام حضرات جن کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے

شرف بیعت و خلافت یا تلمذ حاصل تھا اپنے دور کی جید علمی اور روحانی شخصیات تھیں ان شخصیات میں مکۃ المکرّمہ اور مدینہ المنورہ کے قاضی اصفھاۃ، اور چاروں مذاہب کے مفتیان اعظم بھی شامل تھے۔

علامہ نور احمد قادری مرحوم مغفور نے اپنی ایک غیر مطبوعہ تصنیف ''استاذ المحدثین'، قطب المشائخ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہم'' میں جو انہوں نے ان کی حیات اور کارناموں پر خود حضرت کے ملفوظات سے مرتب کی ہے، اس وقت کیا سلامی دنیا کے بعض معروف شخصیات کا ذکر کیا ہے جن کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے دوران سفر حج شرف بیعت و خلافت نوازا تھا۔ مثلاً طرابلس (لیبیا) کے عظیم مجاھد، سلسلہ سنوسیہ کے پیشوا، اور اطالویوں سے جنگ آزادی میں فتح کے بعد لیبیا کے پہلے بادشاہ حضرت سید ادریس السفوسی علیہ الرحمۃ، نقیب اشرف بغداد شریف کے صاحبزادے، جو بعد میں خود بھی نقیب اشرف کے مؤصب پر سرفراز ہوئے۔ ان کے علاوہ انہوں نے خود حضرت قطب المشائخ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی اور سلطنت ترکیہ کے جنرل انور کمال پاشا قطب المشائخ مولانا ضیاالدین مدنی کی معرفت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے تلمیذ تلمیذ تھے۔ ان امور سے اس وقت کے عالم اسلام پر امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی جلالت علمی اور روحانی کے اثرات کا اندازہ کیا جا سکتے ہیں۔ (وجاھت قادری)
(کتاب مذکورہ ا غیر مطبوعہ ا ص ۳۰ تا ۴۴، کتاب: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں محفوظ ہے، وجاھت قادری)

(۶) الف: روداد سال دوم منظر اسلام بریلی موسوم بکوائف اخراجات ۱۳۲۳ھ۔
ب: محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ ممبئ (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) ص ۱۱۹۔

(۷) ایضاً ص ۲۷۔

(۸) الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکۃ البھیہ (مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲) ص ۳۰۱، تا ۳۱۵۔

(۹) مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر: ''قرآن، سائنس اور امام احمد رضا'' مطبوعہ المختار پبلی کیشنز (اشاعت سوم) ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۷ھ کراچی، ص ۱۷۔

نوٹ: شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابو الفتح نصر اللہ خاں نصرہ اللہ تعالیٰ ونضرہ،

سابق رئیس دارالافتاء، ستره محکمہ (Supreme Court) دولت اسلامیہ افغانستان، حال مقیم کراچی، فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علوم وفنون کی کوئی انتہا نہیں ہے، دراصل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ان پر یہ فیضان تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ علم لدنی عطا فرمایا تھا کہ جن کی قسموں کو شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں لہٰذا ان کے علم وفن کو ۵۰/یا ۷۰ یا ۱۰۰/قسموں میں مقید کرنا ان کی شخصیت کے ساتھ انصاف نہیں۔ (وجاہت قادری)

(۱۰) ''نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان'' مصنفہ امام احمد رضا مطبوعہ لکھنؤ ص۲۴۔

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ ممبئی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء ص ۱۱۸ اور حاشیہ ص ۱۱۹۔

(۱۲) مزید تفصیل کے لئے درج ذیل کتب قابل مطالعہ ہیں: (۱) ''تذکرۂ علمائے اہل سنت''، مصنفہ مولانا محمود احمد قادری، (۲) ''اکابرین تحریک پاکستان''، مصنفہ محمد صادق قصوری گجرات، پاکستان (۳) ''تذکرۂ علمائے اہل سنت''، مصنفہ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور (۴) ''السواد اعظم اور آزادی ہند''، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، لاہور (۵) ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان''، مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری، لاہور (۶) ''قائداعظم کا مسلک''، مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری، لاہور اور دیگر کتب ورسائل اور جرائد۔

(۱۳) ''روداد جماعت رضائے مصطفیٰ'' سال اول ۱۳۳۹ھ بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' مصنفہ مولانا شہاب الدین رضوی ص ۳۷۳۔

(۱۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ''ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست'' مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور، ص ۵۶۔

(۱۵) اس سلسلے میں مزید مطالعہ کے خواہاں حضرات مراجع کے لئے ان کتب سے رجوع کر سکتے ہیں جن کی فہرست مولانا شہاب الدین صاحب کی تصنیف ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے ص ۴۵۹/ پر دی گئی ہے۔ (وجاہت قادری)

(۱۶) الف: محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر: ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۱۷۰ تا ۱۷۳،

ص ۱۸۴ تا ۱۸۷۔

ب: ''زمزم'' ۷؍جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ ''اکابر تحریک پاکستان'' (مصنفہ محمد صادق قصوری) ص ۴۹۔

(۱۷) امام احمد رضا بریلوی کا سیاسی مسلک بہت صاف اور واضح تھا۔ ابتداء سے انتہا تک اس میں نہ کوئی نشیب و فراز آیا اور نہ کوئی لچک پیدا ہوئی۔ وہ روز اول سے دو قومی نظریے کے علمبردار رہے اور آخر تک اس کے لئے کوشاں رہے۔ وہ ہنود کی سیاسی چالوں سے بخوبی باخبر تھے، ملی سیاست کے ہر اہم موڑ پر انہوں نے مسلمانان ہند کو خبردار کیا اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ وہ عظیم مدبر تھے، مذھبیات اور ادبیات کے علاوہ سیاسیات میں بھی بڑی بصیرت رکھتے تھے ان کے مندرجہ ذیل محققانہ رسائل اس موضوع پر مطالعہ کے خواہاں حضرات کے لئے بہت مفید ہیں، ان رسائل نے اس دور کی ملی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے اور سیاستدانوں کی صحیح سمت رہنمائی کی ہے۔ اس کا عملی اعتراف بعض زعمائے ملت (مثلاً مولانا عبدالباری فرنگی محلی) نے ان کی حیات میں اور بعض (مثلاً مولانا محمد علی جوہر) نے ان کے وصال کے بعد ان کے سیاسی مسلک سے رجوع لاکر کیا۔

۱---النفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

۲---اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

۳---تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

۴---دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء)

۵---الحجۃ المؤتمنہ فی آیت الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۶---الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب و رسائل و جرائد کا مطالعہ بھی مفید ہوگا:

۱)......ماہنامہ ''الرضا بریلی، شمارہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

۲)......ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی بابت ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

۳)......''الرشاد'' مصنفہ سید محمد سلمان اشرف بہاری

۴)......''طرق الھدیٰ'' مصنفہ علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں، بریلی

۵)......''فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات'' مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور،

(۱۸) ''ماہنامہ یادگار رضا'' بریلی (۱) بابت ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ ج ۴، ش ۹، ص ۵ تا ۷ (۲)

بابت ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ، ص ۳،۴ بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' مصنفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص ۳۱۸، اور ۳۲۹۔

(۱۹) الف: ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' ۲۸ مئی ۱۹۲۱ء، ص ۲۹۸

ب: ''روزنامہ پیسہ اخبار'' لاہور، بابت ۱۹ مئی ۱۹۲۱ء بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ''، مصنفہ محمد شہاب الدین رضوی ص ۲۹۸ء

ج: اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے پچیسویں عرس مبارک (منعقدہ ۲۳،۲۴،۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ/ ۲۸ تا ۳۰ رجنوری ۱۹۴۶ء) کے موقع پر جو تحریک پاکستان کے عروج کے زمانے میں منایا جارہا تھا، علماء اہل سنت اور خلفائے اعلیٰ حضرت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں پرزور تقاریر کیں جن میں مسلمانان ہند کو کانگریس اور کانگریس نواز جماعتوں کے مقابلے میں مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین کی گئی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان'' مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء ص ۷۰ تا ۷۱ (۲) ''خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس'' مرتبہ مولانا محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۹۹۔

(۲۰) ''تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ'' ص ۹۹

(۲۱) ایضاً ص ۱۰۳ تا ۱۱۰

(۲۲) محمد عبدالحکیم قاضی، ام-اے ''تحریک پاکستان اور اس کے عوامل'' مطبوعہ لاہور، ص ۵۷، بحوالہ ''قائداعظم کا مسلک'' مطبوعہ لاہور، مصنفہ سید صابر حسین بخاری، ص ۲۸۲۔

(۲۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۱۷۱، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵۔

(۲۴) الف: ایضاً ''تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۷۵-۲۔

ب: ایضاً ''تصور پاکستان ایک تحقیقی جائزہ''، مطبوعہ ادارہ ''مظہر الاسلام'' لاہور اگست ۱۹۹۹ء

(۲۵) الف: ایضاً ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۲۰۵، تا ۲۰۶ اور حاشیہ نمبر ۴ ص ۲۰۵

ب: ایضاً ''تحریک آزادی ہند اور السد اد اعظم'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۷۶۔

(۲۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ''خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس'' مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۳۱۲۔

(۲۷) ملخص از ''وصایا شریف'' مصنفہ مولانا حسنین رضا خاں مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء ص ۱۸۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

کراچی ---- اسلام آباد

چراغ علم جلاؤ

ماہنامہ
معارفِ رضا کراچی

خود بھی رکن بنئے اور احباب و رشتہ داروں کے نام رسالہ جاری کرواکر چراغ علم جلائیے۔

سالانہ رکنیت فیس =/120 روپیہ، تاحیات =/4000 یکمشت، بیرون ممالک =/10 ڈالر تاحیات =/300 ڈالر یا اس کے مساوی پاکستانی کرنسی رقم بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ارسال فرمائیں رسالہ ہر ماہ آپ کے دیئے پتے پر ملتا رہے گا، اپنا پتہ صاف تحریر فرمائیں

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489
فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)